277

سیّد
نذیر نیازی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ڈاکٹر وحید عشرت

[illegible]

سیّد نذیر نیازی

ڈاکٹر وحید عشرت

©2002-2006 All rights reserved.

سید نذیر نیازی (مرحوم) علامہ اقبال کے قریبی رفیق، ماہرِ اقبالیات اور جید عالم تھے۔ آپ ۱۹۰۰ء میں دینانگر، سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور تقریباً اسّی سال کی عمر میں ۴؍ جنوری ۱۹۸۱ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور لاہور ہی میں مدفون ہوئے۔

۱۹۱۸ء میں پہلی بار آپ کا علامہ سے تعلق پیدا ہوا جو آخری عمر تک قائم رہا۔ علامہ اقبال کے ایماء پر ہی آپ دہلی سے لاہور منتقل ہوئے۔ آپ خود بھی اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔ آپ نے داغ دہلوی کے کلام کا ایک انتخاب "بہارِ داغ" کے عنوان سے کیا تھا۔ آپ نے متعدد کتب کا ترجمہ بھی کیا جن میں ڈاکٹر جوزف ہیل کی کتاب "عربوں کا تمدن" کے علاوہ "غیب و شہود"، "سیاسیات ارسطو" اور "مقدمہ تاریخ سائنس" معروف ہیں۔

سید نذیر نیازی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے گاندھی جی کی "واردھا سکیم" کا جس کے موید ڈاکٹر ذاکر حسین تھے، اپنے جریدے "طلوعِ اسلام" میں تجزیاتی جائزہ لیا۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے مسلم لیگ کے ترجمان روزنامہ "منشور" دہلی میں اسلامی ریاست کے موضوع پر متعدد مقالات رقم کیے۔

سید نذیر نیازی کے والدِ گرامی سید عبدالغنی بھی ایک جید عالم اور فاضل انسان تھے۔ وہ سر سید احمد خان کے رفقاء میں سے تھے۔ سر سید احمد خان نے ردِ مرزائیت کے حوالے سے جو دو خطوط لکھے وہ سید عبدالغنی ہی کے نام تھے۔

سید نذیر نیازی کا تعلق شمس العلماء مولوی میر حسن (مرحوم) کے خانوادے سے تھا اور جیسا کہ سبھی کو علم ہے، مولوی میر حسن (مرحوم) سے علامہ محمد اقبال فیض یاب ہوئے اور بقول علامہ محمد اقبال:

"مجھے اقبال اسی سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے"

سید نذیر نیازی مرحوم نے اپنی ابتدائی تعلیم مولوی صاحب مرحوم ہی سے حاصل کی۔ آپ ان کے برادرزادہ تھے۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام سید عبدالغنی تھا۔ ازاں بعد آپ نے مولانا محمد اسوارتی، مولانا اسلم جے راجپوری اور مولانا حمیدالدین فراہی سے دینی، تعلیمی اور علمی فیض حاصل کیا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ جامعہ ملّیہ دہلی میں فلسفہ، منطق اور تاریخِ اسلام کے پروفیسر ہوئے اور ۱۹۳۵ء تک اس درس گاہ سے وابستہ رہے۔ آخری سات سالوں میں تو آپ جامعہ کے شعبۂ تاریخِ اسلام کے صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔

جامعہ ملّیہ، دہلی کے قیام ہی کے دوران آپ نے حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے ایما پر ایک رسالہ "طلوعِ اسلام" جاری کیا جس میں مسلمانوں کے معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی امور و مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ یہ شرف سید نذیر نیازی مرحوم ہی کو حاصل ہوا کہ آپ نے گاندھی کی "واردھا سکیم" کی شدت سے مخالفت کی اور صحافت و تحقیق کا بلند معیار قائم کیا۔ ان کی ان خدمات کا اعتراف علامہ اقبال، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے کیا۔

تحریکِ پاکستان کی حمایت میں اور فکرِ اقبال کو آگے بڑھانے کے لیے ۱۹۴۵ء میں "منشور" دہلی میں اسلامی ریاست کے تصور پر آپ کے پُرمغز مقالات شائع ہوتے رہے اور آپ نے دو قومی نظریہ کی بڑی بالغ نظری سے تشریح کی۔

۱۹۴۶ء میں صوبائی مسلم لیگ پنجاب نے نشر و اشاعت کا کام آپ کے سپرد کیا اور یہ فریضہ آپ تخلیقِ پاکستان تک سرگرمی اور مستعدی سے انجام دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کو سول سروس اکادمی اور فنانس سروس اکادمی جیسے خاص اداروں میں، اسلامیات کی تدریس کے لیے مقرر کیا گیا۔ آپ نے انجنیئرنگ اور ٹیکنالوجی کی یونیورسٹی میں بھی تاریخِ پاکستان کے لیکچرار کے طور پر خدمات انجام دیں۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال سے آپ کا گہرا تعلق تھا۔ اس رابطہ کا آغاز ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ اور ۱۹۳۸ء تک ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔

سید نذیر نیازی کا یہ شعار تھا کہ علامہ سے ملاقات کے دوران جو گفتگو ہوتی، گھر میں آ کر ضبطِ تحریر میں لے آتے۔ یہ گفتگو "اقبال کے حضور" کے عنوان سے مرتب ہو چکی ہے جس میں سے ایک جلد طبع ہو چکی ہے۔

آپ کی ذہنی صلاحیتوں پر علامہ کو اعتماد تھا چنانچہ علامہ محمد اقبال نے نطشے کے متعلق کچھ یادداشتیں آپ کو لکھوائیں جو تاحال طبع نہیں ہو سکی ہیں۔ نیز یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ علامہ اقبال نے سید نذیر نیازی کو جامعہ ملّیہ سے بلوا کر اپنے خطباتِ مدراس کو اردو میں منتقل کرنے کا کام سپرد کیا۔ نیازی صاحب مرحوم نے جس خوبی سے یہ

ترجمہ کیا، سبھی اہلِ علم و ادب اس کے معترف ہیں۔ آپ نے "مکاتیبِ اقبال" بھی مرتب کیے اور علامہ کے تاریخی "خطبہ الٰہ آباد ۱۹۳۰ء" کا اردو ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے اجمل خاں کی لغت طبّی کو عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ ایڈنگٹن اور سارٹن کی علمِ سائنس سے متعلق دو کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔

سید نذیر نیازی کا علامہ محمد اقبال سے جو تعلق تھا، اس کے بارے میں ممتاز صحافی جناب میاں محمد شفیع (م۔ش) اپنے ایک مضمون میں کہتے ہیں:

> "سید نذیر نیازی نے حضرتِ علامہ اقبال کے فیضانِ صحبت میں مسلمانانِ عالم اور مسلمانانِ ہند کے سیاسی، تاریخی عناصر میں جن جذباتِ ملّی کو اپنے سینے میں موجزن کیا تھا، وہ جذباتِ خاموش پورے جوش و خروش سے ان کی زندگی کے آخری لمحوں تک ان کی باطنی تعینات پر محیط رہے۔ وہ اکثر مخصوص نشستوں میں اپنے مخصوص احباب کے ساتھ "تاسیسِ ملّی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے اور اپنے آخری ایام میں انھوں نے یہ ادارہ قائم بھی کر دیا تھا۔ ان کی رحلت کے بعد ملک کے اکاؤنٹس کی سلپ میں "تاسیسِ ملّی" کے نام پر ایک سو روپے سے بھی کم رقم موجود تھی۔"

سید نذیر نیازی کو علامہ اقبال کے ساتھ ساتھ مولانا محمد علی جوہر سے بھی بے حد عقیدت و ارادت تھی اور جب سے

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہے شوکت علی بھی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

تو ان کے ساتھ سید نذیر نیازی مرحوم بھی تھے۔ اور یہ بھی تحریکِ خلافت کے سرگرم رکن تھے، انھی ایام میں جامعہ ملّیہ دہلی کے قیام کا اعلان ہوا تو سید نذیر نیازی علی گڑھ چھوڑ کر دہلی میں آ گئے۔ ان کے اس دور کے اوّلین طالب علموں میں اور ازاں بعد رفقا میں پروفیسر محمد سرور مرحوم بھی تھے۔ نیازی تخلص کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت ترکوں کے ایک عظیم جرنیل کا نام نیازی تھا اور یہ ان سے متاثر تھے۔

علامہ محمد اقبال کی شخصیت پر ان کی کتاب "دانائے راز" اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے شائع کی۔ اس کتاب کو کئی جلدوں میں ختم ہونا تھا مگر اس کا باقی مسودہ ابھی تک نہیں مل سکا۔

M.W.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
2002 2006

سید نذیر نیازی بہت بڑے عالم اور درویش منش انسان تھے۔ ان جیسا فاضل محقق عہدِ حاضر میں عنقا ہے۔ آپ کو اردو، فارسی، عربی، انگریزی وغیرہ کئی زبانوں پر پورا عبور حاصل تھا۔ قرآن حکیم کے عاشق تھے اور فقہی امور و مسائل پر پوری دسترس رکھتے تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور علامہ احمد پرویز دونوں سے دوستی تھی۔ ان کے محبوب قائدین میں علامہ محمد اقبال، مولانا محمد علی جوہر اور قائد اعظم محمد علی جناح تھے۔

تحریک پاکستان کے دنوں میں علمی و فکری سطحوں پر سارا کام سید نذیر نیازی مرحوم نے سرانجام دیا اور ان بزرگوں کے اعتراضات کا جواب دیا جو پاکستان کے مخالف تھے۔ آپ نے علمائے کرام اور مشائخ عظام کی رہنمائی کے لیے پاکستان کی ریاست کی تعبیر پیش کی اور علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے افکار و ارشادات کی روشنی میں پاکستان کی اسلامی جمہوری فلاحی ریاست کا تصور پیش کیا۔

سید نذیر نیازی کو تحریک حریت کشمیر سے بھی گہری دلچسپی تھی اور ایام گرما میں سری نگر جاتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد اقبال جعفری مرحوم کشمیر ریذیڈنسی میں ملازم تھے۔ کشمیر میں ان کے دوستوں میں خان صاحب منشی سراج دین، خان صاحب میر خورشید احمد، شیخ محمد عبداللہ اور خواجہ عبدالصمد ککرو، رئیس بارہ مولہ شامل تھے۔

خواجہ عبدالصمد ککرو مرحوم سے انہیں بے حد لگاؤ تھا۔ خواجہ صاحب مرحوم عربی، فارسی اور اردو کے شاعر تھے اور علامہ محمد اقبال کے ذاتی دوستوں میں سے تھے۔ ان کا کلام سید نذیر نیازی کو ازبر تھا۔

سید نذیر نیازی کا حلقۂ احباب بے حد وسیع تھا۔ نہایت باغ و بہار شخصیت کے مالک مگر حساس انسان تھے۔ زندگی کے آخری سالوں میں جن لوگوں سے دوستی سرفہرست تھی ان میں احمد بشیر (اے۔ پی۔ پی)، بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) منظور احمد، خواجہ حبیب اللہ ککرو، مجید نظامی، م۔ش، پروفیسر محمد منور، ڈاکٹر جسٹس (ریٹائرڈ) جاوید اقبال، سید امجد الطاف، بریگیڈیئر ڈاکٹر جعفر صاحب، کلیم اختر، ڈاکٹر وحید عشرت، ماجد خاور اور چودھری مظفر حسین شامل تھے۔

اللہ تبارک تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ بخشے۔ آمین۔ ثم آمین!